لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ۝

دوگانہ لیلۃ القدر

(مؤلفہ)

افضل العلماء مولانا الحاج حضرت سید نجم الدین صاحب قبلہؒ

(سابق صدر مجلس علمائے مہدویہ ہند)

زیر اہتمام

ادارۂ تبلیغ مہدویہ دائرہ مشیر آباد' حیدرآباد۔

آندھراپردیش

مطبوعہ : دائرہ الکٹرک پریس' چھتہ بازار' حیدرآباد۔

سنہ اشاعت : باردوم ۹ ر رمضان المبارک ۱۴۲۵ھ م ۲۴ ر اکتوبر ۲۰۰۴ء

سلسلہ اشاعت ۵۶ بار دوم

بلاھدیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اظہار

ادارۂ تبلیغ مہدویہ سے ملتِ مہدویہ کے دانشور حضرات بخوبی واقف ہیں کہ ادارہ ۲۷ برسوں سے جہدِ مسلسل وکاوش کر رہا ہے کہ تعلیماتِ حضرت میراں سید محمد مہدی موعود خلیفۃ اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تبلیغ کے سلسلہ میں معاون بن سکے۔ اسی سلسلہ کی ایک کڑی ادارہ کی (۵۵) کتابچوں کی اشاعت ہے جو مختلف عنوانات پر مبنی ہے ملت کی خدمت کے لئے پیش کی جاچکی ہیں۔ جن میں ایک کتابچہ بنام ''دوگانہ لیلۃ القدر'' مولفہ حضرت علامۃ العصر افضل العلماء مولانا الحاج سید نجم الدین صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ شامل ہے۔ جس سے افرادِ ملت نے کافی حد تک استفادہ فرمایا جو ماہ رمضان المبارک ۱۳۹۸ھ م ماہ اگست ۱۹۷۸ء میں شائع کیا گیا۔ موجودہ افراتفری کے دور میں عالیجناب سید قاسم مسعود صاحب فرزند حضرت افضل العلماء مولانا الحاج سید نجم الدین صاحب قبلہؒ نے ادارہ سے یہ خواہش ظاہر فرمائی کہ اس کتابچہ کی پھر سے طباعت واشاعت ہونی چاہیے جس میں افادۂ قوم مضمر ہے۔

عہدیدارانِ وکارکنانِ ادارہ بڑی مسرت محسوس کرتے ہوئے اس کتابچہ کی اشاعت کر رہے ہیں کہ شب قدر جیسی عظیم المرتبت وجلیل القدر رات کی فرضیت، فضیلت، اہمیت و افادیت واضح ہو اور اس شب کی سعادتوں وبرکتوں سے ہر فردِ ملت مستفیض ہوجائے۔

محمد عبد الرؤف

معتمد ادارہ تبلیغ مہدویہ

مشیرآباد، حیدرآباد۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دوگانہ شبِ قدر

دوگانہ شب قدر یعنے شب قدر میں دو رکعت نماز باجماعت پڑھنا فرض ہے۔ اس کی فرضیت شب قدر کی فضیلت پر مبنی ہے۔ شب قدر کے بارے میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ:۔

لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ

شبِ قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔

اس کا شانِ نزول یہ ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کے ایک عابد ''شمعون'' نے ایک ہزار مہینے اللہ کی راہ میں جہاد کیا تھا اور پھر ان کا ایک طویل قصہ بیان فرمایا۔ امام رازی نے مجاہد سے روایت کی ہے کہ۔

كان فى بنى اسرائيل رجل يقوم الليل حتى يصبح
ثم يجاهد حتى يمسى ففعل ذٰلك الف شهر
فتعجب رسول الله صلى الله عليه وسلم و
المسلمون من ذٰلك فانزل الله هٰذه الآية
اى ليلة القدر لامتك خير من الف شهر
ذٰلك الاسرائيلى الذى حمل السلاح الف شهر

یعنے "بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جو ایک ہزار مہینے تک رات بھر عبادت کرتا اور دن بھر جہاد کرتا رہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو تعجب ہوا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ ایک لیلۃ القدر آپ کی اُمّت کے لئے اُس اسرائیلی کی ہزار مہینوں کی عبادت اور جہاد سے بہتر ہے۔"

ایک روایت یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایوب، ذکریا، حزقیل اور یوشع علیہم السّلام کے بارے میں فرمایا کہ انہوں نے کبھی اللہ کی نافرمانی نہیں کی اور اسّی ۸۰ برس تک اللہ کی عبادت کرتے رہے۔ صحابہ کو رنج و ملال ہوا کہ ہماری عمریں ساٹھ ۶۰ اور ستّر ۷۰ کے درمیان ہیں۔ تہائی عمر سونے میں۔ باقی عمر تلاشِ معاش، دوسری ضروریات، بیماری و سستی میں ضائع ہو جاتی ہے۔ عبادت میں کتنی عمر باقی رہی۔ حضرت کے خاطرِ اقدس پر بھی یہ بات گراں گزری اور خیال آیا کہ سابقہ امتیں جن کی عمریں زیادہ تھیں کثرتِ عبادت کی وجہ سے ثواب میں بڑھ جائیں گی اور میری اُمّت قلّتِ ثواب سے شرمندہ ہوگی۔ حکم ہوا۔ لَا تَحْزَنْ یَا مُحَمَّدُ وَلَا تَغْتَمَّ "آپ رنجیدہ نہ ہوں اگرچہ آپ کی امت کی عمریں کوتاہ ہیں لیکن ان کو ایک ایسی رات دیجاتی ہے کہ اس ایک رات کی عبادت ہزار مہینوں کی عبادت سے بہتر ہے۔ چنانچہ سورۂ قدر نازل ہوا۔

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۝ لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۙ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ۝ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ ۝ سَلٰمٌ ۛ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝

یعنے: ہم نے قرآن کو شب قدر میں نازل کیا محمد! آپ نہیں جانتے کہ شب قدر کیا ہے؟ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ فرشتے اور روح اس شب میں اپنے رب کے حکم سے اُترتے ہیں۔ ہر کام میں سلامتی ہے۔ وہ رات صبح تک ہے۔"

قرآن مجید دفعتہً و کاملاً لوحِ محفوظ سے سماءِ دنیا پر شبِ قدر میں نازل کیا گیا اور غارِ حرا میں پہلی مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر "سورۂ اقرا" کی پانچ آیتیں نازل ہوئیں تو محققین کے پاس ۲۷ر رمضان ہی تھی اور پھر حسب ضرورت تھوڑا تھوڑا بذریعہ جبرئیلؑ تیئیس ۲۳ سال تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوتا رہا۔ اس شبِ قدر کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد فرمایا گیا ہے کہ اس کی غایتِ فضیلت کو آپ نے کیا سمجھا؟ اور پھر اس استفہام کا خود ہی جواب ارشاد فرمایا کہ شبِ قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ یعنے اس ایک رات کی عبادت ہزار مہینوں کی عبادت سے بہتر ہے۔ ایک ہزار مہینے کے (۸۳) سال چار مہینے ہوتے ہیں یا بالفاظِ دیگر اس ایک رات کی عبادت تیس ۳۰ ہزار دن اور تیس ہزار راتوں کی عبادت سے بہتر ہے اور کتنی بہتر ہے اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ روح سے مراد جبرئیل علیہ السلام ہیں فرماتا ہے کہ اس شب میں جبرئیل اور بیشمار فرشتے خدا تعالیٰ کے حکم سے زمین والوں کو مستفیض کرنے کے لئے ہر قسم کے امور خیر لے کر اُترتے تھے۔ غروبِ آفتاب سے صبح صادق تک یہی سلسلہ جاری رہتا ہے یعنے پوری کی پوری رات باعظمت و احترام ہے اور اس رات میں سلامتی ہی سلامتی ہے۔

آیتِ کریمہ "انا انزلنٰہ فی لیلۃ القدر" میں کوئی شبہ نہیں کہ انزلناہ کی ضمیر قرآن شریف ہی کی طرف راجع ہے اور قطعاً و یقیناً یہی معنی ہیں کہ ہم نے

قرآن شریف کو شبِ قدر میں نازل کیا ہے۔

خدا تعالیٰ نے ایک دوسری جگہ ارشاد فرمایا ہے:۔

وَالْكِتَابِ الْمُبِينِ إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةٍ مُّبَارَكَةٍ إِنَّا كُنَّا مُنذِرِينَ فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ (سورۂ دخان)

یعنے "کتاب مبین کی قسم ہم نے اس کو ایک مبارک رات میں نازل کیا ہے۔ ہم کہہ سنانے والے ہیں۔ اسی رات میں ہر حکمت والا کام جدا کر دیا جاتا ہے"۔

یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اس آیت میں "کتاب مبین" سے قرآن مجید اور "لیلۃ مبارکہ" سے لیلۃ القدر مراد نہیں ہے۔ بلکہ کتاب مبین سے لوحِ محفوظ اور لیلۃ مبارکہ سے شبِ برات مراد ہے جس کے متعلق احادیث میں تفصیل بیان کی گئی ہے کہ ایک سال تک وقوع پذیر ہونے والے واقعات وحادثات، شبِ برات میں لوحِ محفوظ سے سماءِ دنیا پر نازل ہوتے اور وہاں سے دفتر مرتب ہو کر فرشتوں (منصدیوں) کے حوالہ کئے جاتے ہیں کہ ایک سال تک اس کے موافق عمل کریں۔

لیکن بعض مفسرین نے سورۂ دخان والی آیت میں "کتاب مبین" سے قرآن مجید اور "لیلۃ مبارکہ" سے لیلۃ القدر (شب قدر) مراد لی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ لیلۃ مبارکہ سے شب برات ہی مراد ہے اور اسی رات میں احکام قضا و قدر لوحِ محفوظ سے سماءِ دنیا پر نازل ہوتے ہیں۔ البتہ شبِ قدر میں ملائکہ کے تفویض کئے جاتے ہیں۔ لیکن مفسرینِ محققین کے پاس یہ دونوں قول صحیح نہیں ہیں یعنے سورۂ دخان والی آیت

میں "کتاب مبین" سے قرآن مجید نہیں بلکہ لوحِ محفوظ اور لیلۃ مبارکہ سے شب قدر نہیں شب برات مراد ہے۔ یعنے شب برات میں احکام قضا و قدر شعبہ ہائے تکوینیات میں کام کرنے والوں کے حوالہ کئے جاتے ہیں۔ شب قدر میں نہیں"۔ یہ قول اصح الاقوال ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں "کتاب مبین" یا صرف "کتاب" کا لفظ دونوں معنی میں مستعمل ہوا ہے۔ کہیں اس سے قرآن مجید اور کہیں لوحِ محفوظ مراد ہے۔ مثلاً فرماتا ہے:۔

ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ (پ ۱ ۔ ع ۱)

"اس کتاب میں کوئی شک نہیں ہے"۔

یعنے قرآن مجید کے کلام الٰہی ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا یا فرماتا ہے

قَدْ جَاءَكُم مِّنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُّبِينٌ (پ ۔ ع ۔)

یعنے "تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور اور ایک کتاب مبین آئی ہے"۔

اس آیت میں نور سے ذات پاک سرور کائنات ﷺ اور کتاب مبین سے قرآن شریف مراد ہے۔

اسی طرح لوحِ محفوظ کو بھی "کتاب" اور "کتاب مبین" کے الفاظ سے یاد فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے:۔

وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ كِتَابًا (پ ۳۰ ۔ ع ۱)

یعنے "ہم نے ہر چیز کو کتاب میں گن کر رکھا ہے"۔

یہاں کتاب سے مراد لوحِ محفوظ ہے۔ یا فرماتا ہے:۔

وَمَا تَسْقُطُ مِن وَرَقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِي ظُلُمَاتِ الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي

كتابٍ مبين (پ ۶ ع ۱۳)

یعنے ایک پتہ بھی اگر جھڑتا ہے اور ایک دانہ بھی زمین کے اندھیروں میں گرتا ہے تو اللہ اس کو جانتا ہے اور ہر رطب و یابس کتاب مبین میں ہے"۔

ایضاً وَمَا یَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَلَا اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَا اَكْبَرَ اِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ (پ ۱۱ - ع ۱۲)

یعنے "ایک ذرّہ برابر بھی زمین و آسمان میں تیرے پروردگار کے علم سے پوشیدہ نہیں ہے اور ہر چھوٹی اور ہر بڑی چیز کتاب مبین میں ہے"۔

ان آیتوں میں کتاب اور کتاب مبین سے لوحِ محفوظ مراد ہے قرآن مجید نہیں۔ جب کتاب مبین کا لفظ' قرآن اور لوح محفوظ دونوں کے لئے استعمال ہوا ہے تو یہ ضروری نہیں ہے کہ سورۂ دخان میں وَالکتابِ المبین انا انزلناہ فی لیلۃ مبارکۃ میں کتاب مبین سے قرآن مجید ہی مراد لیا جائے۔ یہاں کتاب مبین سے لوحِ محفوظ مراد ہے۔ اس صورت میں آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ ہم نے لوحِ محفوظ کو لیلۃ مبارکۃ میں نازل کیا اور ظاہر ہے کہ لوحِ محفوظ کا نزول ممکن نہیں ہے۔ چونکہ کتاب کے حقیقی معنی (لوح محفوظ) لیا جانا متعذر ہے۔ اس لئے حسب ضابطہ معنی مجازی لئے جائیں گے یعنے کتاب کے احکام۔ الکتاب میں الف لام مضاف کا عوض ہے یعنے احکام الکتاب اس صورت میں آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ ہم نے لوحِ محفوظ کے احکام کو ایک برکت والی رات (شب برات) میں نازل کیا۔ اسی طرح لیلۃ مبارکہ اور لیلۃ القدر الگ الگ ہیں ان کو ایک قرار دیں تو تکرار کے سوا کیا حاصل ہوا۔ کلام کی بلاغت یہ ہے کہ ہر لفظ و جملہ سے فائدہ جدیدہ حاصل ہو۔ پس سورۂ دخان والی آیت کا مطلب یہ ہوا کہ لیلۃ مبارکہ یعنے شب برات میں سال بھر ہونے والے واقعات لوحِ محفوظ سے سماءِ دنیا پر اترتے اور وہاں سے اسی شب میں کارپردازانِ قضاء و قدر کے حوالہ کئے جاتے ہیں۔ شبِ قدر کو اس سے کوئی تعلق نہیں ہے یہ رات صرف شرف و کرامت کی رات ہے۔ اس رات میں صرف قرآن مجید لوحِ محفوظ سے سماءِ دنیا پر نازل ہوا ہے۔ جن لوگوں نے لیلۃ مبارکہ اور لیلۃ القدر کو ایک سمجھا اور لفظِ قدرؔ کو دیکھ کر شب قدر میں نزولِ تقدیرات یا تقسیم تقدیرات مراد لئے صحیح نہیں ہے۔ صاحب تفسیر طبری نے لکھا:۔

واشبہ الاقوال فی ذلك بظاهر التنزیل قول من قال عمل فی لیلۃ القدر خیر من الفِ شهر لیس فیها لیلۃ القدر واما اقوال الآخر فدعاوی معانٍ باطلۃ لادلالۃ علیها من خبر ولا عقل ولا هی موجودۃ فی التنزیل۔

یعنے "ظاہر قرآن سے صرف اس شخص کا قول صحیح معلوم ہوتا ہے جو کہتا ہے کہ لیلۃ القدر کا عمل ہزار مہینوں کے عمل سے بہتر ہے جن میں لیلۃ القدر نہ ہو دوسرے اقوال غیر صحیح ہیں۔ عقل' حدیث اور آیت سے ان اقوال کی تائید نہیں ہوتی"۔

اس وقت سورۂ قدر کی تفسیر اور اس کے ماله و ما علیہ سے بحث مقصود نہیں ہے۔ غرض صرف یہ ہے کہ شب قدر کی فضیلت کیا ہے؟ قرآنِ مجید میں ایک جگہ ارشاد فرمایا گیا ہے کہ:۔ شَهرُ رمضانَ الذی اُنزِلَ فیهِ القرآن

یعنے "رمضان کا وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا"۔

اور یہاں سورۂ قدر میں ارشاد ہو رہا ہے کہ:۔

اِنّآ اَنزَلنٰهُ فِی لَیلَةِ القدر یعنے "ہم نے قرآن کو شبِ قدر میں نازل کیا ہے"۔ اس سے قطعی طور پر ثابت ہوا کہ شبِ قدر رمضان میں ہے لیکن صراحتاً یہ نہیں فرمایا کہ شب قدر رمضان کی کونسی تاریخ ہے سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ الطاہرین کو اس کا علم الیقینی حاصل تھا مگر صرف اس قدر فرمایا کہ

"تحروا لیلة القدر فی العشر الاواخر فی رمضان" یا فرمایا "التمسوها فی العشر الاواخر" یعنے شب قدر کو رمضان کے آخری دہے میں تلاش کرو۔ کبھی فرمایا شب قدر وہی تھی جس رات تم کیچڑ پانی میں سجدہ کر رہے تھے وغیر ذلک من الاحادیث۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ و تابعین سے لے کر ائمہ مجتہدین تک سب اس کے تعین میں مختلف القول ہیں۔

اس اخفاء میں خدا و رسول کی مصلحت یہی تھی کہ حضرت امام خیرالانام خلیفۃ اللہ الودود مہدی موعود خاتم ولایتِ محمدیہ علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیہ کے ذریعہ اُمّتِ مسلمہ کو اس کا علم الیقینی حاصل ہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے حضرت مہدی علیہ السلام کے ذریعہ اس کا علم الیقینی عطا فرمایا۔ یہ اس کا انعام و احسان ہے اور شکرِ منعم واجب ہوتا ہے۔ شکریہ کی مختلف

صورتوں میں سے اس کی درگاہِ بے نیاز میں سجدہ ریز ہو جانا شکریہ کی بہترین صورت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شبِ قدر کے فضائل بیشمار بیان فرمائے ہیں ان کا استقصا نہیں ہو سکتا۔ یہاں چند فضائل پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ مثلاً فرمایا کہ۔

شبِ قدر میں جبرئیلؑ آئے اور کہا یا رسول اللہ آسمان کی طرف دیکھئے۔ میں نے دیکھا کہ جنّت کے دروازے کھلے ہوئے ہیں پہلے دروازہ پر ایک فرشتہ ندا کر رہا تھا کہ اس شخص کو خوشخبری ہو جو آج کی رات رکوع میں ہے۔ دوسرے دروازہ پر ایک فرشتہ کہہ رہا تھا اس کو خوشخبری ہو جو آج کی شب سجدہ میں ہے تیسرے پر کہہ رہا تھا اس کو خوشخبری ہو جو اللہ سے دعا مانگ رہا ہے چوتھے دروازہ پر کہہ رہا تھا۔ اس کو خوشخبری ہو جو آج یادِ الٰہی میں ہے پانچویں دروازہ پر کہہ رہا تھا اس کو خوشخبری ہو جو خدائے تعالیٰ کے خوف سے گریہ و زاری میں ہے چھٹے دروازہ پر کہہ رہا تھا۔ اس کو خوشخبری ہو جو مشیّت کے آگے سرِ تسلیم خم کر چکا ہے۔ ساتویں دروازہ پر ایک فرشتہ کہہ رہا تھا کہ آج کی شب جو دُعا میں مشغول ہے اس کو خوشخبری ہو کہ خدائے تعالیٰ اس کی دعا کو قبول کرنے والا ہے۔

فرمایا۔ قیامت کے روز عرش کے نیچے دسترخوان بچھایا جائے گا۔ روزہ دار ان پر کھاتے رہیں گے اور اہلِ محشر حسابِ کتاب میں گرفتار رہیں گے۔ عرض کریں گے پروردگار ہم یہاں محاسبہ میں ہیں اور یہ لوگ دسترخوانِ نعمت پر مشغول

طعام ہیں۔ ارشاد ہوگا یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے رمضان میں دن کو روزے رکھے اور تم کھاتے پیتے رہے۔ انہوں نے شبِ قدر میں عبادت کی اور تم سوتے رہے۔ فرمایا:۔

شبِ قدر میں ہر آسمان پر ایک فرشتہ یہ ندا دیتا ہے کہ جو مومن مرد یا عورت آج کی رات کامل ندامت اور خلوص سے اپنے گناہوں کی معافی چاہے تو ستر ہزار فرشتے طلوعِ فجر تک اس کی مغفرت کیلئے دعا کرتے ہیں اور خدا تعالیٰ ستر مرتبہ ان کی طرف نظر فرماتے اور ہر نظر پر اس کی ایک ایک حاجت کو پوری کرتا ہے۔ فرمایا:۔

عرش کے نیچے ایک فرشتہ ہے جس کا ایک پر مشرق میں اور ایک مغرب میں ہے۔ بلند آواز سے کہ جن و انس کے سوا خدا کی سب مخلوق سنتی ہے یہ ندا کرتا ہے کہ جو شخص آج کی رات توبہ کرتا ہے، خدا تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول کرتا ہے جو شخص دعا کرتا ہے خدائے تعالیٰ اس کی دعا کو قبولیت عطا فرماتا کوئی مظلوم ہے تو اس کی مدد کرتا کوئی سائل ہے تو اس کے سوال کو پورا کرتا ہے۔

ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ دو آدمی رسول اللہؐ پر ایمان لائے تھے۔ جن میں ایک کسی غزوہ میں شہید ہو گیا اور دوسرا ایک سال کے بعد فوت ہوا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ فوت شدہ تو جنت میں داخل ہو گیا ہے اور شہید ابھی جنت سے باہر ہے۔ مجھے تعجب ہوا، میں نے صبح میں یہ خواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا تو فرمایا اسلام لانے کے بعد ایک سال تک زندہ رہنے کی وجہ سے اس کو رمضان کے روزے رکھنے اور شبِ قدر میں عبادت کرنے کی سعادت حاصل ہوئی تھی اور شہید کو اس کا موقع نہیں ملا تھا۔

موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا پروردگار! میں تیرا قرب چاہتا ہوں فرمایا۔ موسیٰ! میرا قرب اس کو حاصل ہوگا جو شبِ قدر بیداری میں گذارے۔ عرض کیا تیرے رحم و کرم کا امیدوار ہوں فرمایا میری رحمت کا وہ شخص مستحق ہے جو شبِ قدر میں کسی مسکین و فقیر پر رحم کرے۔ عرض کیا میں پلصراط سے اس طرح گزر جاؤں جس طرح بجلی کوندجاتی ہے۔ فرمایا یہ صفت تو اس شخص کی ہے جو شبِ قدر میں فی سبیل اللہ صدقہ و خیرات دے۔ عرض کیا میں چاہتا ہوں کہ جنت کے درختوں کے سایہ میں بیٹھوں اور ان کے میوے کھاتا رہوں فرمایا یہ تو اس کا کام ہے جو شبِ قدر میں اللہ کی تسبیح (سبحان اللہ والحمد للہ) کہتا رہے۔ شبِ قدر کی خصوصیت یہ ہے کہ حضرت جبرئیلؑ اور اس قدر فرشتے زمین پر اترتے ہیں کہ زمین تنگ ہو جاتی ہے۔ قدر کے معنی تنگی کے بھی ہیں بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ اسی وجہ سے اس کو شبِ قدر کہتے ہیں لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ رات اپنے شرف و کرامت کی وجہ سے شبِ قدر کہلاتی ہے۔

روایت ہے کہ شبِ قدر میں جو لوگ سو رہے ہیں ان پر فرشتے، اور جو بیدار ہیں ان پر جبرئیل علیہ السلام سلام بھیجتے ہیں اور جو لوگ مصروفِ عبادت ہیں اُن پر باری تعالیٰ سلام بھیجتا ہے۔ جبرئیل علیہ السلام ہر عبادت گزار سے مصافحہ کرتے ہیں۔ بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جانا دل میں رقت پیدا ہونا اور آنکھوں سے آنسو جاری ہونا، جبرئیل علیہ السلام کے مصافحہ کرنے کی علامت ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر کوئی شخص شبِ قدر میں اتنی دیر عبادت کرے جتنی دیر میں ایک بکری کا دودھ دوہا جا سکتا ہے تو اس

اس قدر عبادت بھی مجھے عمر بھر کے روزوں سے زیادہ محبوب ہے۔

فرمایا۔ شبِ قدر میں فوت شدہ نمازوں کی قضا پڑھی جائے تو ہر ایک نماز کی قضا کا اتنا ثواب ملیگا کہ گویا اس نے ستر نمازوں کی قضا کی۔

فرمایا۔ دو رکعت نفل نماز پڑھنا ایک فرض نماز کے برابر ہے۔

فرمایا رمضان کی کسی رات میں دو رکعت نفل امام کے ساتھ پڑھنا گویا تمام رات عبادت میں گزارنا ہے۔ اس حدیث شریف سے ظاہر ہے کہ جب رمضان کی کسی بھی رات میں نفل نماز کی یہ فضیلت ہے تو شبِ قدر میں دو رکعت نماز (دوگانۂ شبِ قدر) جو جماعت سے پڑھی جاتی ہے پوری شبِ قدر کی عبادت کے قائم مقام ہے۔

روایت ہے کہ اگر کوئی شخص سورۂ قدر غیر رمضان میں پڑھے تو اس کو ربع قرآن کا ثواب ملتا ہے۔ رمضان میں پڑھے تو نصف قرآن کا اور اگر شبِ قدر میں پڑھے تو گویا اس نے پورا قرآن ختم کیا۔ یہی وجہ ہے کہ امامنا مہدی موعود علیہ السلام نے شبِ قدر میں تین مرتبہ یعنے فرضِ عشاء، دوگانۂ شبِ قدر اور وتر میں اس سورہ کی قرأت فرمائی ہے۔

اسی طرح سورۂ اخلاص بھی اس شب میں پڑھا جائے تو ثواب عظیم کا باعث ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے بہت دور غزوۂ تبوک میں ہیں۔ جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! مدینہ میں معاویۃ المزنی کا انتقال ہوگیا ہے۔ آپ فرمائیں تو زمین کو لپیٹ دیتا ہوں اور آپ ان پر نماز جنازہ ادا فرماسکتے ہیں۔ فرمایا ضرور۔ جبرئیل نے اپنے پر مارے اور جنازہ حضرت کے سامنے موجود تھا۔ حضرت نے نماز جنازہ پڑھی آپ کے پیچھے دو صفیں تھیں۔ جن میں جبرئیل و میکائیل کے علاوہ ہر صف میں ستر ہزار فرشتے تھے۔ حضرت نے فرمایا جبرئیل! معاویہ کو یہ ثواب

کیوں حاصل ہوا؟ عرض کیا یا رسول اللہ! یہ ہر وقت اور شبِ قدر میں سورۂ اخلاص زیادہ پڑھا کرتے تھے اسی کی برکت سے اللہ نے اُن کو یہ مرتبہ دیا ہے۔

شبِ قدر کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس شب میں توبہ بہت جلد قبول ہوتی ہے۔ توبہ کرنے والے کی توبہ ابھی ختم نہیں ہوتی کہ "اجابت از درِ حق بہرِ استقبال می آید" چنانچہ فرمایا اگر کوئی شخص اسس

رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَتُبْ عَلَیَّ اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الْغَفُوْرُ۔

(۱۰۰) مرتبہ کہے تو اس کی توبہ اور دعائے مغفرت فی الفور شرفِ قبولیت پاتی ہے۔ فرشتے جو اس کے گناہوں کو لکھتے رہے ہیں خود بھول جاتے اور نامۂ اعمال سے اس کے گناہ محو ہوجاتے ہیں اور اس کے اعضاء جو قیامت میں اس کے گناہوں کی گواہی دینے والے ہیں، بیان کرنے پر قادر نہ ہوسکیں گے۔ اس دعا کا ترجمہ یہ ہے۔ "اے میرے پروردگار مجھے بخش دے اور میری توبہ قبول فرما تو توبہ قبول کرنے والا اور بخشنے والا ہے"۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر میں شبِ قدر کو پاؤں تو کیا عمل کروں؟ فرمایا یہ دعا کرو:-

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ کَرِیْمٌ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ۔

اسی طرح سکراتِ موت اور عذابِ قبر سے امان کے لئے چار رکعت نفل پڑھی جائیں۔ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ ایک بار۔ سورۂ اَلْھٰکُمُ التَّکَاثُرُ ایک بار اور سورۂ اخلاص کی تین بار تکرار کی جائے۔

ایک حدیث شریف میں ہے کہ اگر شبِ قدر میں کوئی شخص دو رکعت نماز ادا کرے جس کی ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ ایک بار اور سورۂ اخلاص سات بار پڑھے اور سلام کے بعد اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ وَ اَتُوْبُ اِلَیْہِ (میں اللہ سے

مغفرت چاہتا ہوں اور اس کی جناب میں توبہ کرتا ہوں) ستتّر مرتبہ کہے تو وہ اپنے مقام سے اٹھنے بھی نہ پائے گا کہ اللہ تعالیٰ اس کے ماں اور باپ کو بخش دیگا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ نماز عماد الدین، راس الطاعات والعبادات ہے یعنے دین کا ستون اور تمام عبادتوں کا سرچشمہ ہے اسی طرح ادعیہ ماثورہ بھی جن کا مختصر ذکر کیا گیا ہے ضرور قابلِ عمل ہیں۔ لیکن مہدویہ کے پاس ذکرِ الٰہی کی بڑی اہمیت ہے یہ سب سے بڑی عبادت ہے۔ کسی مہدوی کو شبِ قدر میں اس سے غافل نہ رہنا چاہیئے۔

پوری کی پوری رات گنجینۂ شرف و کرامت ہے۔ غروبِ آفتاب سے طلوعِ فجر تک سلامتی ہی سلامتی ہے۔ لیکن نصفِ آخر میں بڑی برکت ہے یہ وقت نزولِ رحمت کا ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ نصفِ آخر میں عرش رحمان فرش میں آجاتا ہے۔ ایک مرتبہ حضرت سے عرض کیا گیا کہ عبادت کے لئے رات کا کونسا حصہ افضل ہے تو فرمایا "نصف اللیل الغابر" یعنے آدھی رات کے بعد کا حصہ حضرت مہدی علیہ السلام کو بھی نصفِ لیل کے بعد ہی خدائے تعالیٰ کا حکم ہوا ہے کہ آج شبِ قدر ہے دو رکعت نماز پڑھو۔ چنانچہ اس فرمانِ واجب الاذعان کی بناء پر آج تک بھی دوگانۂ شبِ قدر نصف شب کے بعد ہی ادا کیا جاتا ہے جو بڑی خیر و برکت کا وقت ہے۔ احیاناً اوّل شب غفلت میں گزر جائے تو نصفِ آخر بیداری و عبادت میں گزرتا ہے اور اعتبار خاتمہ کا ہے

کسی مہدوی کے دل میں دوگانۂ شبِ قدر کی فرضیت کے بارے میں خلجان نہ ہونا چاہیئے۔ ضابطۂ شرعی یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ کا حکم بصیغۂ امر بلا قرینۂ بالغہ واقع ہو تو فرضیت پر دلالت کرتا ہے۔ مثلاً خدائے تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا

ہے: "اقیموا الصلوٰۃ و اٰتوا الزکوٰۃ" یعنے نماز پڑھو اور زکوٰۃ دو۔ یہ نہیں فرمایا کہ تم پر نماز اور زکوٰۃ فرض ہے۔ اسی طرح حضرت مہدی علیہ السلام کی ذاتِ اقدس خلیفۃ اللہ اور معصوم عن الخطا ہے۔ چونکہ ہم کو خدائے تعالیٰ کا حکم ایک امام معصوم کے ذریعہ پہنچا ہے کہ دو رکعت نماز پڑھو تو یقیناً اس کی ادائی لازم و متحتم ہے۔ اسی کو شرعی اصطلاح میں فرض کہتے ہیں اور اسی معنی میں دوگانۂ شبِ قدر ہمارے پاس فرض ہے۔ اس کے علاوہ مختلف وجوہات سے اس کی فرضیت کو ثابت کیا جاسکتا ہے

دوگانۂ شبِ قدر کی فرضیت کو سمجھنے سے پہلے بطورِ مقدمہ دو باتوں کو سمجھنا ضروری ہے۔ ایک یہ کہ حضرت مہدی علیہ السلام کے فرمانِ صداقت نشان اور ائمہ مجتہدین کے استخراجِ مسائل میں کیا فرق ہے دوسری بات یہ کہ مہدی علیہ السلام اور ائمہ مجتہدین میں کیا نسبت ہے؟

مہدی علیہ السلام کے بارے میں نہ صرف مہدویہ بلکہ اکابرینِ اہلِ سنت اس بات کے قائل ہیں کہ مہدی علیہ السلام معصوم عن الخطا ہیں۔ آپ کی عصمت کے بارے میں دلیلِ عقلی اور دلیلِ نقلی دونوں طرح سے بحث کی جاسکتی ہے۔ دلیلِ عقلی یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس بھی معصوم عن الخطا ہے اور علماءِ اہلِ سنت حضرت کی عصمت کے تعلق سے یہ عقلی بحث کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مبارک خلافتِ الٰہیہ سے متصف ہے تو حضرت کا معصوم عن الخطا ہونا ضروری ہے اگر آپ کو معصوم عن الخطا نہ مانا جائے تو خلافتِ الٰہیہ کے اعتبار سے جو احکام آپ بیان فرمائیں گے وہ صدق و کذب کے متحمل ہوں گے اور آپ کے اوامر و

تو اہی سے امان اٹھ جائے گا اور ان کا تسلیم کرنا عقلاً جائز نہ ہوگا۔ اسی طرح مہدی علیہ السلام کو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلیفۃ اللہ فرمایا ہے اور ظاہر ہے کہ جو ذاتِ اقدس خلافتِ الٰہیہ سے مشرف و ممتاز ہو اس کا معصوم عن الخطا ہونا عقلاً ضروری ہے۔

دلیل نقلی یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہدی علیہ السلام کے بارے میں فرمایا ہے کہ :-

الْمَهْدِيُّ مِنِّي يَقْفُوا أَثَرِي وَلَا يُخْطِئُ

"مہدی میری اولاد سے ہیں۔ میرے نقشِ قدم پر چلیں گے اور خطا نہ کریں گے۔"
مختلف مجموعہ احادیثِ مہدی میں یہ حدیث مذکور ہے اور اکابرین اہلِ سنت نے مہدی علیہ السلام کی عصمت پر اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔ چنانچہ حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی فتوحات مکیہ میں فرماتے ہیں :-

مانص رسول الله على امام من ائمة الدين ان يكون بعده يرثه ويقفوا اثره ولا يخطى الا المهدى خاصة (باب ٣٦٦)

یعنی "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ائمہ دین میں سے کسی کے بارے میں یہ نہیں فرمایا کہ وہ میرے بعد میرا وارث ہوگا اور میرے نقشِ قدم پر چلے گا اور خطا نہ کرے گا۔ مگر یہ بات صرف مہدی علیہ السلام کی شان میں فرمائی ہے۔"

اور پھر لکھتے ہیں :-

قد اخبر عليه السلام عن المهدى انه لا يخطى فجعله ملحقا بالانبياء عليهم الصلوٰة والسلام فى ذلك الحكم (")

یعنی "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مہدی خطا نہ کریں گے اور عدم صدورِ خطا کے تعلق سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہدی علیہ السلام کو انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ملحق فرمایا ہے۔"

مشہور فقیہ حنفی علامہ طحطاوی، درالمختار کی شرح میں مہدی علیہ السلام کے بارے میں لکھتے ہیں :-

وهو لا يخطى فانه معصوم فى احكامه بشهادة النبى صلعم :

یعنی "مہدی علیہ السلام کبھی خطا نہ کریں گے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے مہدی علیہ السلام اپنے احکام میں معصوم ہیں۔"

ملا معین الدین "دراسات اللبیب" میں اسی حدیث سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ان عدم صدور الخطا من المهدى عليه السلام ليس بمجرد اعتقاد الحفظ فيه كسائر الاولياء مع جواز صدوره عنه لورود النص الصحيح فيه خاصةً بالاخبار عن عدم خطائه فصدوره عنه مستحيل لضرورة صدق المخبر صلى الله

علیہ وسلم۔

یعنی "مہدی علیہ السلام سے خطا کا صادر نہ ہونا دوسرے اولیاء اللہ کی طرح آپ کے محفوظ عن الخطا ہونے کے محض اعتقاد پر مبنی نہیں ہے بلکہ مہدی علیہ السلام کے خطا نہ کرنے کی نسبت خاص طور پر نصِ صریح وارد ہے پس مہدی علیہ السّلام سے خطا صادر ہونا اس وجہ سے محال ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی خبر میں صادق ہونا ضروری ہے۔"

حدیث شریف "المهدی مِنّی یقفو اثری ولا یُخطی" کے دو جزو ہیں۔ ایک یہ کہ مہدی علیہ السلام، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد سے ہیں۔ دوسرا یہ کہ آپ معصوم ہیں۔ پہلے جزو کی تائید ابوداؤد دارقطنی۔ طبرانی۔ حاکم اور امام احمد حنبلؒ کی روایت سے ہوتی ہے کہ مہدی علیہ السلام کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

انه من اهل بیتی یواطی اسمه اسمی واسم ابیه اسم ابی:

یعنی "مہدی میری اولاد سے ہوں گے ان کا نام میرے نام کے جیسا اور ان کے باپ کا نام میرے باپ کے نام کے جیسا ہوگا۔"

دوسرے جزو کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جس کی محدث حاکم، ابونعیم اور ابن ماجہ نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

فبایعوه واحبوا علی الثلج فانه خلیفة الله المهدی

یعنی: جب تم تو کہ مہدی کی بعثت ہوگئی ہے تو اُن سے بیعت

کرو اگرچہ تم کو برف پر سے جانا پڑے کیونکہ وہ اللہ کے خلیفہ مہدی ہیں۔"

اور ظاہر ہے کہ اللہ کے خلیفہ کا معصوم ہونا ضروری ہے۔ پس حدیث مذکور لفظاً و معنیً دونوں طرح صحیح ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے کہ "المهدی منی یقفوا اثری ولا یخطی"۔ دو باتیں بداہۃً ثابت ہوتی ہیں:۔

(۱) مہدی علیہ السلام کا معصوم ہونا یا خطا نہ کرنا۔

(۲) دوسری بات۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم بقدم چلنا یا آپ کی کامل اتباع کرنا۔

اور مجتہدین میں کسی کو یہ شان و شرافت حاصل نہیں ہے۔ کیونکہ مجتہدین کی نسبت اہل سنت کا اتفاق ہے کہ :۔

المجتهد قد یخطئ و قد یصیب

یعنی "مجتہد کا قول خطا و صواب دونوں کا محتمل ہوتا ہے۔"

اس کے برخلاف حضرت مہدی علیہ السلام کی ذاتِ اقدس خلیفة اللہ اور معصوم عن الخطا ہے اس لئے آپ کا قول و فعل شائبۂ خطا سے مبرا و منزہ ہے۔ ملا علی القاری نے لکھا تھا کہ۔

یہ بات غلط ہے کہ مہدی علیہ السلام امام ابوحنیفہ کی تقلید کریں گے کیونکہ مہدی علیہ السلام مجتہد مطلق ہیں ان کو کسی کی تقلید جائز نہیں ہے۔"

لیکن ملا علی قاری کا یہ قول بھی کہ مہدی علیہ السلام مجتہد مطلق ہیں غلط ہے کیونکہ مہدی علیہ السّلام نہ مقلد ہیں نہ مجتہدِ مطلق ہیں کیونکہ مجتہد مطلق بھی تو آخر خاطی ہی ہوتا ہے اسی بنا پر بعض محققین اہل سنت نے ملا علی قاری کے اس قول کی تردید کی تھی

چنانچہ امام طحطاوی نے لکھا:۔

ملّا علی قاری نے اس شخص کے قول کو دلائل شافیہ سے رد کیا ہے جو کہتا ہے کہ مہدی علیہ السّلام ابو حنیفہ کی تقلید کریں گے۔ مگر ملّا علی قاری نے مہدی علیہ السلام کو مجتہد مطلق قرار دیا ہے اور یہ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کے قول کے مخالف ہے جو انہوں نے فتوحات میں لکھا ہے۔

اس کے بعد طحطاوی نے شیخ اکبرؒ کا قول تفصیل سے نقل کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ "امام مہدی علیہ السلام وہی حکم دیں گے جو منجانب اللہ آپ پر القا ہوتا ہے اور یہی شرع محمدی ہے۔ اگر رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ مقدس زندہ ہوتی اور آپ کے حضور میں وہ مقدمہ پیش ہوتا تو آپ وہی حکم دیتے جو مہدی علیہ السلام نے دیا ہے۔ آپ پر قیاس حرام ہے اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ مہدی میرے نقش قدم پر چلیں گے اور خطا نہ کریں گے۔" اس کے بعد امام طحطاوی نے لکھا:۔

اس سے ثابت ہے کہ مہدی علیہ السلام مجتہد نہیں ہیں کیونکہ مجتہد قیاس سے حکم کرتا ہے اور مہدی علیہ السلام پر قیاس سے حکم کرنا حرام ہے اور نیز اس وجہ سے مہدیؑ مجتہد نہیں ہیں کہ مجتہد خطا کرتا ہے اور مہدی علیہ السلام کی ذات خطا سے مبرا ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی شہادت سے مہدی علیہ السلام اپنے احکام میں خطا سے معصوم ہیں۔" (طحطاوی حاشیہ در المختار)

تمام دینی احکام جو آیات واحادیث سے نکالے جاتے ہیں اور ان کے استخراج میں ائمہ مجتہدین اور علمائے امت میں جو اختلافات پائے جاتے ان پر غور کیا جائے تو معلوم

ہوگا کہ یہ اختلافات ماخذ کے اختلافات پر مبنی ہیں۔ مثلاً کسی نے کسی آیت وحدیث کی بناء پر ایک حکم لگایا تو دوسرے نے دوسری آیت وحدیث کے تحت دوسرا حکم لگایا۔ ان مختلف احکام میں ممکن ہے کہ کسی کا استدلال قوی اور کسی کا ضعیف ہو۔ کسی کی رائے میں غلطی موجود ہو لیکن جب سب کی بنا، قرآن وحدیث ہی ہیں تو ان احکام کو دینِ اسلام اور شریعت محمدیہ کے مغائر نہیں کہا جاسکتا۔ اختلاف ائمہ کے متعلق اہلِ سنت کا ضابطہ بھی یہی ہے کہ:۔

"الحق دائر بین الائمۃ الاربعۃ" یعنی چاروں ائمہ مجتہدین میں حق دائر و سائر ہے"۔

اسی طرح فرض، واجب، سنّت، مستحب وغیرہ اصطلاحی الفاظ ہیں۔ خدا ورسول کی طرف سے عبادات میں کسی فعل کے فرض و واجب یا سنّت و مستحب ہونے کی تصریح بہت کم ملتی ہے۔ البتہ مجتہدین نے آیات واحادیث میں غور کرکے حکم کی اہمیت اور تاکیدات وغیرہ قرائن کے نظر کرتے اپنے قیاس واجتہاد کی بناء پر کسی فعل کو فرض کسی کو واجب کسی کو سنّت، کسی کو مستحب قرار دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک ہی فعل ایک مجتہد کے پاس فرض ہے تو دوسرے کے پاس واجب، تیسرے کے پاس سنت یا مستحب ہے۔ اس کی بدیہی مثال یہ ہے کہ امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ وضو میں چوتھائی سر کا مسح فرض اور پورے سر کا مسح کرنا مستحب ہے اس کے برخلاف امام مالکؒ کے پاس پورے سر کا مسح کرنا فرض ہے۔

خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے کہ یا ایہا الذین آمنوا اذا قمتم الی الصلوٰۃ فاغسلوا وجوھکم وایدیکم الی المرافق وامسحوا برءوسکم وارجلکم الی الکعبین۔

یعنے "اے بندگان مومنین جب تم نماز کے لئے اٹھو تو اپنے منہ اور دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک دھواور سر کا مسح کرو اور پاؤں ٹخنوں تک دھوو"

اس آیت سے ثابت ہے کہ وضو میں منہ اور ہاتھ دھونا، سر کا مسح کرنا اور ٹخنوں تک پاؤں دھونا صرف یہ چار فعل فرض ہیں۔ لیکن بعض ائمۂ مجتہدین نے اس نصِ قرآنی پر بعض احادیث یا سیاق کلام اور عربیت وغیرہ کی بنا پر زیادتی کی ہے چنانچہ امام مالک نے فرمایا کہ ان اعضاء کا پے در پے دھونا بھی فرض ہے۔ امام شافعیؒ کے پاس وضو کی نیت کرنا بھی فرض ہے اور امام احمد حنبل کے پاس وضو کرتے وقت "بسم اللہ" کہنا فرض ہے اور حضرت امام اعظمؒ کے پاس یہ تینوں امور مستحب ہیں۔

پس جس طرح قرآن و حدیث سے تمام احکام و مسائل کا استخراج کیا جاتا اور کسی فعل کو فرض و واجب اور کسی کو مستحب قرار دیا جاتا ہے اسی طرح دوگانۂ شب قدر کی فرضیت پر بھی قرآن و حدیث سے استدلال کیا جا سکتا ہے لیکن اس حقیقت کو فراموش نہ کرنا چاہیئے کہ ائمہ مجتہدین اور امام مہدی علیہ السلام کے احکام و استخراج مسائل میں نہ صرف ہمارے نزدیک بلکہ اکابرین اہل سنت کے نزدیک بھی یہ بیّن فرق ہے کہ مجتہدین جو کچھ کہتے ہیں اپنی رائے اور قیاس سے کہتے ہیں جس میں خطا کا احتمال ہے۔ مہدی علیہ السلام معصوم عن الخطا' خلیفۃ اللہ اور حاکم شرع محمدی ہیں آپ کے احکام رائے اور اجتہاد سے مستنبط نہیں بلکہ بلا واسطہ خدائے تعالیٰ کے حکم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ السلام کی تعلیم پر موقوف ہیں جو بعینہٖ خدا و رسولؐ کے احکام ہیں۔

اس اصول کو پیش نظر رکھکر غور کیا جائے تو ثابت ہوتا ہے کہ دوگانۂ شب قدر کی فرضیت بالکل قطعی اور یقینی ہے۔ لیلۃ القدر کا ذکر قرآن شریف میں موجود

ہے۔ اس کی فضیلت قرآن میں مذکور ہے کہ وہ ہزار مہینوں سے بہتر ہے یعنے اس ایک رات کی عبادت کا ثواب ہزار مہینوں کی عبادت کے ثواب سے بھی زیادہ ہے اور اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ کس قدر زیادہ ہے۔ اس رات میں روح الامین (جبرئیل) اور فرشتے خدائے تعالیٰ کے حکم سے زمین پر اترتے ہیں یہ رات سلامتی ہی سلامتی ہے۔

احادیث سے شب قدر کی عظمت اور اس میں عبادت کرنے کی فضیلت ثابت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ :-

من قام لیلۃ القدر ایماناً و احتساباً غفرلہٗ ما تقدم من ذنبہٖ (کنز العمال ج)

یعنے "جو شخص خدائے تعالیٰ پر ایمان رکھ کر حصول ثواب کی نیت سے لیلۃ القدر میں عبادت کرے تو اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جائینگے۔"

من یقیم لیلۃ القدر فیوافیہا ایماناً واحتساباً یغفرلہ ما تقدم من ذنبہ (کنز العمال ج)

یعنے جو شخص لیلۃ القدر میں عبادت کرے پس اس کو پالے تو اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

من قامہا ایماناً واحتساباً غفرلہ ما تقدم من ذنبہ وما تاخر (")

یعنے "جو شخص اللہ پر ایمان رکھ کر حصول ثواب کے لیئے لیلۃ القدر میں عبادت کرے تو اس کے اگلے اور پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔"

ان فرامین کے علاوہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل اس قدر اہتمام

کے ساتھ پایا جاتا ہے کہ عشرۂ اخیرہ (آخری دہا) آتے ہی آپ عبادت میں مصروف ہو جاتے اور اہل و عیال کو جمع کرکے نمازیں ادا فرماتے۔ چنانچہ مشکوٰۃ میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:۔

رسول اللہؐ رمضان کے آخر دہے میں عمل اور عبادت میں اس قدر محنت اور کوشش فرماتے تھے کہ دوسرے مہینہ کے آخری دہے میں اتنی نہ فرماتے تھے۔

ایضاً "رسول اللہؐ رمضان کا آخر دہا آتے ہی عبادت کے لئے مستعد ہو جاتے۔ تمام رات عبادت میں گذارتے اور اپنے اہل خانہ کو اٹھاتے تھے۔"

لیلۃ القدر کی اس مسلم فضیلت اور حضرت سرور کائنات احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اہتمام عبادت کے باوجود لیلۃ القدر کے تعینؔ میں صحابہ سے لے کر ائمہ مجتہدین تک سب میں اختلافات نظر آتا ہے کسی نے تو اس کو سال بھر میں گشت کرنے والی رات قرار دیا اور کسی نے رمضان ہی میں اس کا ہونا بتایا ہے۔ جو لوگ رمضان میں ہونے کے قائل ہیں وہ بھی غرہ سے لے کر ۲۹ر تاریخ تک مختلف القول ہیں اور ایک صحابی یا مجتہد نے جو بھی تاریخ تعین کی ہے اس کو دوسروں کے تعین پر کوئی ترجیح نہیں دی جا سکتی کیونکہ سب غیر معصوم ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی تاریخ کا تعین نہیں فرمایا البتہ یہ ضرور فرمایا کہ لیلۃ القدر کو رمضان کے آخری دہے میں تلاش کرو۔ ابوداؤد کی ایک روایت سے پایا جاتا ہے کہ آنحضرتؐ نے ۲۷ر کا تعین فرمایا لیکن خبر واحد سے علم یقینی حاصل نہیں ہوتا اسی وجہ سے شب قدر کے تعین میں شدید اختلاف ہے مثلاً

ابو رزین ۔ غرہ رمضان	محمد بن اسحاق .. ۱۱ر رمضان	حسن بصری ۔ ۱۷ر رمضان
انس رض ...... ۱۹ر رمضان	بلال و ابن مسعودؓ ۲۴ر رمضان	ابوذر غفاریؓ ... ۲۵ر رمضان
ابن عباس اور اکثر صحابہ ... ۲۷ر رمضان	عائشہ رض ...... ۲۹ر رمضان کو	

شب قدر ہونے کے قائل ہیں۔

عبدالحق محدث دہلوی شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں کہ "امام اعظمؒ کے پاس لیلۃ القدر رمضان سے خاص نہیں ہے اور ایک روایت یہ بھی ہے کہ رمضان ہی میں ہے لیکن کبھی کسی تاریخ آتی ہے اور کبھی کسی تاریخ مگر عام اور مشہور روایت یہ ہے کہ امام اعظمؒ ۲۷ رمضان ہی قرار دیتے ہیں۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ شب قدر رمضان کے آخری دہے میں کسی تاریخ ہے۔ امام شافعیؒ کے پاس شب قدر ۲۱ر ویں رات ہے۔

شب قدر کے تعین میں جو اختلاف اور تذبذب تھا وہ مہدویہ کے لئے اس طرح قطع و یقین سے بدل گیا کہ حضرت امامنا مہدی موعود علیہ السلام کو خدا تعالیٰ کی طرف سے علم ہوا کہ لیلۃ القدر ستائیسویں رمضان ہی ہے اور حکم دیا گیا کہ اس انعام باری تعالیٰ کے شکریہ میں جو تعین لیلۃ القدر کے یقینی علم حاصل ہونے کی صورت میں حضرت مہدی علیہ السلام کو اور حضرت کے متبعین کو ہوا ہے دو رکعت ادا کی جائے۔

امامنا علیہ السلام سفر خراسان میں جب ٹھٹھہ سے رخصت ہو کر بارادۂ قندھار کاہہ میں تشریف لائے ہیں یہیں رمضان مبارک کا چاند نظر آیا۔ ستائیسویں شب میں نماز عشاء کے بعد اپنے حجرۂ مبارکہ میں تشریف لے گئے۔ نصف شب کے بعد خدا تعالیٰ کا حکم ہوا کہ آج کی رات "شب قدر" ہے اس عطیہ کے شکریہ میں یار

و اصحاب کے ساتھ دو رکعت نماز ادا کرو۔ حضرت حجرہ سے باہر تشریف لائے ۔
اصحاب کو اس عطیہ کا مژدہ سنایا دائرہ معلیٰ میں منادی کی گئی اور حاضر الوقت
اصحاب کے ساتھ حضرت نے دو رکعت نماز جماعت سے ادا فرمائی اور اس کے بعد
فرہ مبارک میں دو سال جمع غفیر کے ساتھ حضرت نے دوگانۂ شب قدر ادا فرمایا۔

شب قدر کا تعین جو سرور کائنات علیہ التحیۃ والتسلیمات کے سوا تمام
اُمت پر مخفی تھا۔ حضرت خاتم ولایت محمدیہ مہدی موعود علیہ السلام کے واسطہ
سے اس کا علم یقینی ہم کو حاصل ہوا ہے ۔ ہم تمام مہدوی خدا تعالیٰ کے حکم کی تعمیل
اور حضرت مہدی علیہ السلام کی اتباع میں اس کو فرض جان کر ادا کرتے ہیں۔ انصاف
نامہ کی روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا:

این دو رکعت را بجائے فرض بشمارید ۔

اور یہ نقل پوری قوم میں مشہور و متواتر ہے کہ حکم الٰہی صادر ہوا کہ سید محمدؑ!
یہ دو رکعت تم پر اور تمہارے گروہ پر فرض ہیں۔

یہاں تین امور حل طلب ہیں ۔(۱) لیلۃ القدر میں نماز پڑھنا (۲) دو رکعت
(۲) دو رکعت کا تعین ۔ (۳) اس کو فرض جاننا۔

نماز پڑھنا کسی مسلمان کے لئے قابل اعتراض نہیں ہوسکتا۔ دو رکعت کا تعین
بھی دینی احکام کے لحاظ سے کوئی ممنوع و مقبوح نہیں ہے۔ ضابطہ یہ ہے کہ

اَلْاَمْرُ یَقَعُ عَلٰی اَقَلِّ جِنْسِہٖ

یعنی حکم کا اطلاق کم از کم اقل جنس پر ہوتا ہے

اور ظاہر ہے کہ نماز کی کم سے کم مقدار جس پر نماز کا اطلاق ہوسکے دو رکعت ہی
ہے اور اس سے کم مقدار پر نماز کا اطلاق نہیں ہوسکتا۔ نماز لیلۃ القدر کی دو

رکعت قرار دینے کی یہی وجہ ہوسکتی ہے ۔ اس کو فرض ماننا بھی عقلی و نقلی وجوہ
سے اہل سنت کے اصول پر قابل اعتراض نہیں ہے ۔ غور کیا جائے کہ لیلۃ القدر
کی نسبت جو اختلاف صحابہ و مجتہدین کے اقوال میں پایا جارہا تھا وہ سب اقوال
غیر معصوم ہونے کی وجہ سے ایک قول کو دوسرے پر ترجیح دینے کی کوئی وجہ نہ تھی
اور وہ سب اقوال مفید ظن تھے ۔ اس کے بمقابل حضرت مہدی علیہ السلام پر
اور آپؑ کے واسطہ سے آپ کے متبعین پر اللہ تعالیٰ کا یہ فضل و امتنان ہے کہ
اس نے لیلۃ القدر کے تعین کا قطعی و یقینی علم عطا فرمایا ہے۔ پس اس نعمتِ خداوندی
کا شکریہ آیتِ قرآنی " وَاشْکُرُوْا لِیْ وَلَا تَکْفُرُوْنِ "
(میرا احسان مانو اور ناشکری مت کرو) کے مطابق فرض ہے

بعض احادیث سے ثابت ہے کہ نماز پنج گانہ میں سے ہر ایک نماز
ایک ایک نبی نے فضل و نعمتِ خداوندی کے شکریہ ہی میں ادا فرمائی ہے چنانچہ
حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ :-

" انصار میں سے ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہؐ نماز فجر سب
سے پہلے کس نے پڑھی ۔ فرمایا آدمؑ نے اور ظہر سب سے پہلے ابراہیمؑ
نے پڑھی جب کہ ان کو خدا تعالیٰ نے نمرود کی آگ سے نجات دی۔
اور نماز عصر یعقوبؑ نے پڑھی جب کہ جبرئیلؑ نے ان کو یوسفؑ
کی خوشخبری دی " اور جب خدا تعالیٰ نے داودؑ کی توبہ قبول فرمائی
تو انہوں نے نماز مغرب پڑھی اور جب یونسؑ کو خدا تعالیٰ نے مچھلی کے
پیٹ سے نکالا تو انہوں نے نماز عشاء پڑھی " (غنیہ)

پس ادائے شکر خداوندی کی مختلف صورتوں میں سے دو رکعت نماز کی ادائی

کا فرض قرار دینا بھی احکامِ دینِ اسلام کے مغائر نہیں ہے بلکہ سنت انبیاء علیہم السّلام کی عین اتباع ہے۔

یہ بحث اوپر گزر چکی ہے کہ حضرت مہدی علیہ السّلام کی ذات خلیفۃ اللہ ہے اور عصمت لازمۂ خلافتِ الٰہیہ ہے جس کی توثیق حدیثِ شریف "یَقْفُوْا اَثْرِیْ وَلَا یُخْطِیْ" سے ہوتی ہے۔ الہام معصوم قطعی و یقینی ہوتا ہے۔

حضرت کو ... ز علم خدا تعالیٰ اور روحِ رسول اللہ سے ہے آپ جو حکم دیں رائے و قیاس پر مبنی نہیں بلکہ عین خدا و رسول کا حکم اور حقیقی شرعِ محمدی ہے اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہوتے تو مہدی علیہ السلام کے حکم کو برقرار رکھتے یا آپ کے روبرو یہ مقدمہ پیش ہوتا تو آپ بھی وہی حکم دیتے جو مہدی علیہ السلام نے دیا ہے۔ اس ارفع و اعلیٰ حیثیت کے نظر کرتے جو تمام خلفاء اللہ سے مخصوص ہے حضرت مہدی علیہ السّلام نے ان دو رکعتوں کی ادائی فرض قرار دی ہے تو وہ ضرور فرض ہے۔

اگر اس اعلیٰ منصب اور اس کے خصوصیات سے بھی قطع نظر کرکے تمام اسلامی احکام کے ماخذ کے اصول پر بحث کی جائے تو ظاہر ہے کہ مجتہدین بالاتفاق معصوم عن الخطا نہیں ہیں اور خود مجتہدین کے پیرو اُن کے اقوال میں خطا کا احتمال ہونے کے قائل ہیں۔ اس کے باوجود مجتہدین اپنی رائے و قیاس سے کسی فعل کو واجب اور فرض اور کسی کو مکروہ یا حرام قرار دے سکتے ہیں اور ان کے پیرو اپنے اپنے مجتہد کی تصریح کے موافق ان کو فرض یا واجب یا ناجائز ہی سمجھتے ہیں جن کی چند مثالیں اوپر پیش کی گئی ہیں اور بہت سی مثالیں ان کے علاوہ موجود ہیں۔ ائمہ مجتہدین کے اس قسم کے تمام اقوال کا ماخذ چونکہ آیات و احادیث ہی ہیں اس لئے کوئی شخص ان احکام کو اسلامی حکام سے

جدا یا آیاتِ قرآنی اور احادیث کے مغائر نہیں کہہ سکتا۔ بلکہ یہی خیال کیا جاتا ہے کہ ایک مجتہد نے ان احکام میں سے ایک حکم کی یا ایک حکم کے خاص پہلو کی بناء پر یہ حکم دیا ہے اور دوسرے مجتہد نے دوسرے حکم یا اس کے دوسرے پہلو پر اپنے قیاس کی بناء قائم کی ہے۔

پس نماز لیلۃ القدر کی نسبت بھی حضرت مہدی علیہ السّلام کے منصب خلافتِ الٰہی اور اس حکمِ ربانی سے جو حضرت کو ہوا اور جس کی بناء پر حضرت نے حکم دیا ہے قطع نظر کرکے یہ کہا جا سکتا ہے کہ حضرت کے اس فرمان کا ماخذ بھی قرآن اور احادیث ہی ہیں اور جو حکم حضرت نے دیا ہے وہ قرآن و حدیث ہی کی بناء پر دیا ہے۔ چنانچہ ابھی ذکر کیا گیا ہے کہ لیلۃ القدر کا ذکر قرآن میں موجود ہے۔ اس کی فضیلت قرآنِ شریف سے ثابت ہے۔ جس طرح آیۂ کریمہ "لیلۃ القدر خیرٌ مِنْ الف شھر" اس رات کی فضیلت پر علمائے اصول کی اصطلاح کے موافق "عبارۃ النص" ہے۔ اسی طرح اس رات کی عبادت کا امر معنوی اس آیت کا اقتضاء النص ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ نصوصِ شرعیہ یعنے قرآن و حدیث سے احکام مستنبط کئے جاتے ہیں تو ظاہر کلام سے جو بات سمجھ میں آتی ہے اور کلام سے وہی بات مقصود ہوتی ہے تو کہتے ہیں کہ یہ حکم عبارۃ النص سے ثابت ہے مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَآتُوا الزَّکٰوۃَ۔ نماز پڑھو اور زکوٰۃ دو۔ گویا نماز پڑھنا اور زکوٰۃ دینا عبارۃ النص سے ثابت ہو رہا ہے۔ اقتضاء النص کا معنیٰ یہ ہے کہ جو حکم ثابت ہو رہا ہے۔ وہ ظاہر کلام سے نہیں بلکہ ثبوت حکم کے لئے وہاں کسی لفظ کو محذوف ماننا ضروری ہے تاکہ وہ حکم سمجھ میں

آجائے۔ مثلاً خدا تعالیٰ فرماتا ہے حرمت علیکم المیتۃ۔ تم پر مردار حرام کیا گیا ہے۔ یہاں لفظ "اکل" محذوف ہے۔ یعنے مردار جانور کا کھانا حرام ہے۔ اسی طرح لیلۃ القدر خیر من الف شہر میں عبارۃ النص سے لیلۃ القدر کا ہزار مہینوں سے بہتر ہونا ثابت ہے لیکن کسی لفظ کو محذوف مانے بغیر معنیٰ سمجھ میں نہیں آتے کہ کس جہت سے بہتر ہے۔ وہ محذوف لفظ احادیث شریفہ کی روشنی میں "عبادت" ہے یعنی اس ایک رات کی عبادت ہزار مہینوں کی عبادت سے بہتر ہے۔ پس "لیلۃ القدر خیر من الف شہر" سے شب قدر کی فضیلت عبارۃ النص سے اور اُس میں عبادت کا امر معنوی اقتضاء النص سے ثابت ہے۔ یعنے خدا تعالیٰ کا اس رات کی فضیلت کو جتانا اس رات میں عبادت کا حکم دینا ہے۔ کیونکہ حاکم کا کسی امر کی تعریف کرنا گویا اس امر کا حکم دینا یا اس پر آمادہ کرنا۔ اور کسی امر کی بُرائی بیان کرنا اس سے منع کرنا سمجھا جاتا ہے۔ چنانچہ اس قسم کے کئی نظائر قرآن شریف ہی میں ملتے ہیں۔

اس آیتِ کریمہ کے علاوہ احادیث سے اس رات میں عبادت کرنے کی تاکید اور اس کے فضائل ثابت ہیں جن سے آیت کے مفہوم کی توضیح ہو جارہی ہے اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے اس کی اہمیت ثابت ہے کہ رمضان کا آخری دہا آتے ہی حضرت عبادت میں خاص اہتمام فرماتے تھے، خود رات کو عبادت کرتے اور اپنے اہل وعیال کو بیدار فرماتے تھے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ "غنیۃ الطالبین" میں اس عشرۂ اخیرہ کی عبادت کی تفصیل حضرت ابوذر غفاریؓ

کی روایت سے اس طرح بیان فرماتے ہیں۔

"ابوذر غفاریؓ کہتے ہیں کہ رمضان کی تیئیسویں رات کو رسول اللہؐ تشریف لائے اور تہائی رات تک ہم کو نماز پڑھائی۔ چوبیسویں رات کو آپ تشریف نہیں لائے۔ پچیسویں رات کو تشریف لائے اور آدھی رات تک ہم کو نماز پڑھاتے رہے۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ اچھا ہوتا اگر آپ تمام رات ہم کو نماز پڑھاتے رہتے۔ فرمایا جو شخص امام کے ساتھ نماز کو کھڑا رہے اور امام کے ساتھ ختم کرلے تو اس کو بھی پوری رات کی عبادت ہی کا ثواب ملتا ہے۔ پھر چھبیسویں رات کو آپؐ برآمد نہیں ہوئے۔ ستائیسویں رات کو تشریف لائے اور ہم سب کو اور اہل خانہ کو جمع فرمایا اور سب کو لے کر اتنی دیر تک نماز پڑھاتے رہے کہ ہم کو سحری کے فوت ہوجانے کا اندیشہ ہوگیا۔"

حضرت امامنا مہدیٔ موعود علیہ السلام نے اسی سنت کو زندہ کیا اور لیلۃ القدر میں اہل و عیال، متعلقین اور دوسرے مومنین و مصدقین کو جمع کرکے نماز ادا کی اور اپنے متبعین کو ہمیشہ اس سنت کے مطابق عمل کرنے کی تاکید فرمائی۔

یہ خیال نہ کیا جائے کہ ایک چھٹی نماز کی زیادتی سے شریعت کا نسخ لازم آتا ہے۔ کیونکہ جو امر اصول شرعیہ پر مبنی ہو اور انہی سے مستخرج ہو اس سے نسخ شریعت نہیں ہوتا ورنہ مجتہدین کے تمام اختلافی مسائل میں بھی نسخ شریعت لازم آجائے گا۔ حالانکہ کوئی بھی اس کا قائل نہیں۔ نیز دوگانۂ شبِ قدر کی فرضیت سے نہ کسی امر شرعی کا ازالہ ہوتا ہے نہ شریعت محمدیہؐ کے کسی حکم کی تبدیلی ہوتی ہے۔

اس کے علاوہ خود علمائے اصول نے اس امر کی صراحت کی ہے کہ اگر کوئی

چھٹی نماز بھی فرض ہو جائے تو شریعت محمدیہ کا نسخ لازم نہیں آتا چنانچہ علامہ
تفتازانی اصول فقہ کی مشہور کتاب "تلویح" میں لکھتے ہیں۔

فقد اختلفوا ان الزيادة على النص نسخ ام لا
يعف ان الزيادة ان كانت عبادة مستقلة
كزيادة صلوة سادسية فلا نزاع بين الجمهور
في انها لا تكون نسخاً۔

یعنی علمائے اصول کو اس امر میں اختلاف ہے کہ نص پر زیادتی نسخ ہے یا نہیں یعنی اگر یہ زیادتی عبادت مستقل ہے۔ جیسے چھٹی نماز کی زیادتی تو اس کو جمہور علماء نے نسخ نہیں قرار دیا ہے"۔

ولو بالفرض اگر دوگانۂ شب قدر کو چھٹی نماز بھی فرض کیا جائے تو نہ اس سے شریعت کا نسخ لازم آتا ہے نہ اس پر کوئی اعتراض وارد ہو سکتا ہے۔

اس سے پہلے جو مثالیں پیش کی گئی ہیں ان میں کوئی خاص رکن بتایا گیا تھا کہ ایک مجتہد نے اس کو مستحب یا جائز کہا ہے تو دوسرے مجتہد نے اس کو واجب یا فرض قرار دیا ہے۔ مثلاً امام اعظمؒ کے پاس وضو میں صرف چار فرض ہیں لیکن امام مالکؒ نے پے در پے اعضاء دھونے اور امام احمد حنبلؒ نے وضو کرتے وقت "بسم اللہ" کہنے کا ایک فرض بڑھا کر پانچ اور امام شافعیؒ نے وضو میں ترتیب اور نیت کرنے کے دو فرض بڑھا کر چھ کر دیئے۔ یہ نسخ نہیں۔ شریعت میں تبدیلی نہیں۔ بدعت نہیں۔ یہ صرف ماخذ کا اختلاف ہے اور ہر ایک کا استدلال بجائے خود صحیح ہے۔ اس سے بھی واضح ایک اور مثال مستقل نماز ہی موجود ہے جو ظاہری طور پر نماز لیلۃ القدر سے پوری مشابہ ہے۔ یعنی نماز وتر ہے۔ نماز وتر کے بارے میں ائمہ مجتہدین مختلف القول ہیں۔ امام مالکؒ،

امام شافعیؒ اور امام احمد حنبلؒ کے پاس نماز وتر سنت ہے۔ امام اعظمؒ واجب فرماتے ہیں۔ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ سنت اور امام زفرؒ سب کے خلاف نماز وتر کو فرض کہتے ہیں۔ امام اعظمؒ سے ایک روایت یہی ہے جس کو امام زفرؒ نے اختیار کیا ہے۔
ظاہر ہے کہ ایسی نماز جس کا ذکر قرآن میں نہیں، جس کی فضیلت قرآن میں نہیں جس کی ادائی کا امر معنوی قرآن میں نہیں، اور جس کی نوعیت بیان کرنے سے احادیث بھی ساکت ہیں۔ تعداد رکعات کا بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعین نہیں فرمایا اور ہمیشہ آپ تین رکعت ہی پڑھتے رہے۔ اَوْتِرْ بِوَاحِدَةٍ کے الفاظ بھی ملتے ہیں کہ آپ نے وتر کی ایک رکعت پڑھی ہے۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ وتر میں ایک رکعت سے گیارہ رکعت تک پڑھی جا سکتی ہیں۔ لیکن امام اعظمؒ نے تین ہی رکعت مقرر کر دی ہیں اور پھر امام مالکؒ و شافعیؒ و احمد رحمہم اللہ کی تحقیق کے خلاف اس کو واجب فرمایا اور امام زفرؒ تو اس کو فرض کہتے ہیں۔ لیکن چونکہ یہ اختلاف ماخذ کے اختلاف پر مبنی ہیں اس لئے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ امام اعظمؒ نے ایک چھٹی نماز واجب اور امام زفرؒ نے ایک چھٹی نماز فرض قرار دے کر نسخ شریعت کیا یا نص پر زیادتی کی کیونکہ مجتہدین نے قرآن و حدیث ہی سے ان مسائل کا استخراج کیا ہے۔

اس کے برخلاف لیلۃ القدر کا ذکر قرآن میں لیلۃ القدر کی فضیلت قرآن میں۔ لیلۃ القدر کی عبادت کا امر معنوی قرآن میں۔ قول و فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عبادتِ لیلۃ القدر کی اہمیت اور ضرورت ثابت ہے۔ یہاں بھی یہی کہا جا سکتا ہے کہ اس کی فرضیت کا حکم قرآن و حدیث ہی سے ماخوذ ہے خصوصاً جبکہ اس کو فرض کہنے والا اللہ کا خلیفہ، خطا سے معصوم اور حاکم شرع محمدی ہونے کی خصوصیات و امتیازات سے ممتاز بھی ہے۔ جس طرح دوسرے فرائض و احکام

مثلاً نماز، روزہ ۔ اور زکوٰۃ وغیرہ کی حکمت و فوائد سے بحث کی جاتی ہے کہ نماز کے فرض کرنے میں یہ حکمت ہے ۔ روزہ کے یہ فوائد ہیں ۔ حج اور زکوٰۃ کے فرض ہونے میں یہ مصالح مضمر ہیں ۔ اسی طرح اس نماز کی حکمت اور فوائد پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کی فرضیت کے یہ معنی ہیں کہ ہر شخص اس رات میں روزمرہ عبادت، فرض و سنّت کے علاوہ کم از کم یہ دو رکعت بھی ادا کرے تاکہ اس کو اس رات کی عبادت کی فضیلت باتباعِ رسولِ کریم حاصل ہو اور بفرمانِ حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم اس کو پوری رات کی عبادت کا ثواب ملے جیسا کہ مشکوٰۃ شریف میں ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ کے حوالہ سے روایت کی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کی ۲۵ ویں رات میں آدھی رات تک نماز پڑھائی ۔ ابوذرؓ نے عرض کیا اچھا ہوتا آپ ہم کو اور زیادہ نماز پڑھاتے ۔ فرمایا

ان الرجل اذا صلی مع الامام حتی ینصرف
حسب لہ قیام لیلۃ ۔

یعنے "جب کوئی شخص امام کے ساتھ نماز پڑھے یہاں تک امام واپس ہو جائے تو اس کو پوری رات کی عبادت کا ثواب ملتا ہے ۔"

یہ پوری حدیث غنیۃ الطالبین مولفہ حضرت شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے اوپر گذر چکی ہے ۔

پس دوگانۂ شب قدر کی ظاہری صورت یہ ہے کہ جس طرح دوسرے بہت سے مسائل میں کسی امام یا مجتہد نے ایک ہی فعل یا ایک ہی عمل کو مستحب قرار دیا ہے اور دوسرے نے اسی کو واجب یا فرض کہا ہے ۔ اسی طرح مجتہدین نے

لیلۃ القدر کی عبادت کو مستحب قرار دیا اور حضرت امامنا مہدی موعود علیہ السلام نے فضیلت لیلۃ القدر کی نسبت جو آیات قرآنی نازل ہوئی ہیں اور جو احادیث رسالت پناہی وارد ہیں اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو خاص اہتمام عمل ثابت ہے ان سب کے نظر کرنے لیلۃ القدر کی عبادت کو فرض قرار دیا ۔ اگر فرق ہے تو یہی کہ اہلِ سنت کے نزدیک ائمۂ مجتہدین غیر معصوم ہیں اور مہدی علیہ السلام کا معصوم عن الخطا ہونا اہل سنت کا مسلمہ ہے ۔ لہذا جب مجتہدین اور مہدی علیہ السلام کے احکام متضاد ہوں تو اس کا فیصلہ علمائے اہلِ سنت نے اس طرح کیا ہے کہ

یکون قول الامام المہدی الموعود حجۃ یخطی
مخالفہ (فواتح الرحموت مولانا بحر العلوم)

یعنے "امام مہدی موعود کا قول حجت ہے جو آپ کا مخالف ہے وہ برسرِ خطا ہے"

اور اس نماز کی فرضیت کے فوائد و نتائج کو دیکھو تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ دوسرے برادرانِ اسلام جو اس رات کے تعین میں مشتبہ ہوں یا جن کے پاس اس عبادت کی اہمیت نہ ہو ممکن ہے کہ وہ اس رات کو کھو دیتے ہوں لیکن کسی مہدوی سے لیلۃ القدر کبھی فوت نہیں ہونے پاتی اور یہ ہر مہدوی کا ان دو رکعتوں کو اپنے آپ پر فرض جاننے کا نتیجہ ہے

ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء

ناظرین نے ملاحظہ فرمایا کہ ان تمام وجوہ سے دوگانۂ لیلۃ القدر کی فرضیت قرآن شریف ۔ احادیثِ رسول مقبول اور اہلِ سنت کے مسلّمہ اصول کے عین

مطابق ہے اور کوئی مسلمان عبادت کو اور خاص کر نماز کو جو اسلامی احکام کی
رو سے تمام عبادات کی مکمل صورت ہے اور پھر وہ ایسی رات میں جس کو خدائے
تعالیٰ نے "خیرٌ مِن الفِ شہر" فرمایا ہے موردِ اعتراض نہیں ٹھیرا سکتا
نہ اس کو غیر ضروری اور بدعت کہہ سکتا ہے۔

اس مختصر بحث کے بعد دوگانۂ شبِ قدر کی فرضیت میں کوئی شبہ نہیں
کیا جاسکتا اور کسی مہدوی کے دل میں کوئی خلجان باقی نہیں رہ سکتا۔ اس کے بعد
یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ حضرت مہدی علیہ السلام نے نماز پنجگانہ میں
بہت کم امامت فرمائی ہے۔ میاں لاڈ رضی اللہ عنہ یا اور کوئی صحابی امام ہوا
کرتے تھے۔ لیکن جب خدا تعالیٰ نے مہدی علیہ السلام کو دوگانۂ شبِ قدر کی
ادائی کا حکم دیا تو یہ بھی حکم محکم شرف صدور لایا کہ آپ خود اپنی امامت سے
یہ دو رکعت ادا کریں۔ چنانچہ پہلی مرتبہ اور اس کے بعد حیاتِ طیبہ تک
ہر شبِ قدر میں حضرت ہی نے امامت فرمائی ہے اور سلام کے بعد اُن آیاتِ
کریمہ کی تلاوت فرمائی ہے جو انبیاء علیہم السّلام اور ابرار کی دعاؤں کا خلاصہ
ہے اور جو قرآنِ مجید میں نقل کی گئی ہیں۔

بحکمِ خداوندی حضرت کی امامت کرنے سے اس نماز کی اہمیّت
ظاہر ہے اور غالباً یہی وجہ ہے کہ بزرگوں نے اس کو افعالِ ارشادی میں
شمار کیا ہے۔ پانسو سال سے یہی عملدرآمد جاری ہے کہ آج بھی ہر مہدوی کسی
مجبوری کے سوا دوگانۂ شبِ قدر کو کسی ایسے مرشد، پیر طریقت اور ایسے بزرگ
کی اقتداء میں ادا کرنا ضروری سمجھتا ہے جس کی بیعت و خلافت کا سلسلہ

مہدی علیہ السلام تک مسلسل پہنچتا ہے اور وہ جانشین مہدیؑ کہلانے کا مستحق
ہے اور یہ نماز کسی حالت میں بھی فوت نہ ہونی چاہئے کیونکہ اس کی قضا بھی نہیں
ہے اور پھر ع

دولت یہ نصیب سال بھر میں ہوگی

فقط
سید نجم الدین

ادارۂ تبلیغِ مہدویہ

دفتر جامع مسجد مہدویہ

نمبر:673-6-1 'مشیرآباد

حیدرآباد-020 500 اے.پی.

صدر : الحاج سید علی اشرفی متولی جامع مسجد مہدویہ

نائب صدر: محمد صاحب

مشیر : الحاج محمد عمر چاند

معتمد : محمد عبدالرؤف

☆☆☆